© rasailojaraid.com

کس کے لئے؟

از
(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان بابت اکتوبر

یہ تو "الاسلام" یا "اسلامیت" کی پہلی خصوصیت ہے، اسی کے ساتھ دوسری طرف اسی "الاسلام" کو پیش کرتے ہوئے قرآن میں اس سوال کو اٹھا کر کہ

افلم یدبروا القول ام جاءھم ما لم یات اباءھم الاولین (المؤمنون)

کیا بات کو وہ سوچتے نہیں، یا ان کے پاس کوئی ایسی بات آئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادوں کے پاس نہ آئی تھی۔

اس سوال کے جواب کو اجمالی رنگ میں کبھی بایں الفاظ

ان ھذا لفی الصحف الاولی (الاعلیٰ)

قطعاً یہ (جو قرآن میں بیان کیا گیا) پہلے صحیفوں میں بھی بلاشبہ یہی تھا

ہم قرآن میں پاتے ہیں، اسی مقصد کو کہیں

وانہ لفی زبر الاولین (الشعراء)

اور (یہی باتیں) اگلوں کی کتابوں میں تھیں۔

کے عنوان سے ادا کیا گیا ہے۔

اسی اجمال کی گونہ تفصیل کرتے ہوئے خبر دی گئی ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسیٰ وعیسیٰ الآیۃ (سورہ شوریٰ)

تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا جاتا ہے جس کی وصیت خدا نے نوح کو کی تھی اور اسی کی وحی ہم نے تم پر بھی کی اور اسی کی وصیت ہم نے ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو بھی کی تھی

گویا رسالات و نبوات کی پہلی مشہور تاریخی شخصیت حضرت نوح علیہ السلام اور نزولِ قرآن سے پہلے اسی سلسلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی آخری ہستی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ جو کچھ اگلوں کو دیا گیا تھا وہی پچھلوں تک پہونچایا جاتا رہا۔ اسی طرح سورہ الاعراف میں اسی راہ کے چند ممتاز و مشہور بزرگوں کے اسمار گرامی یعنی نوحؑ ابراہیمؑ اسحاقؑ یعقوبؑ داؤدؑ سلیمانؑ ایوبؑ یوسفؑ موسیٰؑ وہارونؑ، ذکریاؑ و یحییٰؑ و عیسیٰؑ والیاسؑ الیسعؑ یونسؑ لوطؑ علیہم السلام کے ذکر کے بعد

ومن اٰبائھم وذریاتھم و — اور ان ہی کے باپ دادوں میں جو تھے اور انکی اولاد میں جو تھے

اخوانھم۔ — اور اُن کے بھائی

کے الفاظ جو پائے جاتے ہیں بظاہر ان سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس راہ کی ساری برگزیدہ ہستیاں جن میں نسلی تعلق ہو یا نسلی نہیں بلکہ صرف نبوت کی اخوت کا رشتہ قائم ہو[۱]۔ اخوانھم (ان کے بھائیوں) کے الفاظ سے جن کی تعبیر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سارے نمائندے اور اس کے پیغام کو بندوں تک پہونچانے والے خواہ ایک نسل اور قوم سے ہوں، یا مختلف نسلوں اور قوموں سے تعلق رکھتے ہوں سب ہی کے متعلق

اولٰئک الذین ھدی اللہ — یہی وہ لوگ ہیں جن کی رہنمائی اللہ نے کی

کی خبر دینے کے بعد قرآن پر ایمان لانے والوں سے

فبھدٰھم اقتدہ (الانعام) — پس چاہیئے کہ جن باتوں کی ہدایت اُن کو کی گئی تھی اُن ہی کی پیروی تم بھی کرو۔

کا مطالبہ کیا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ "الاسلام" کو قبول کرتے ہوئے ہر مسلمان کو یہ بھی ماننا پڑے گا، اور اس پر بھی بیعت کرنی ہوگی، کہ

اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل — مانا ہم نے اللہ کو اور ان چیزوں کو جو ہم پر اتاری گئیں، اور

الی ابراھیم واسمٰعیل واسحاق ویعقوب — اُترا ابراہیم پر اسماعیل پر اسحاق پر یعقوب پر اور اسباط

والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما — (اسرائیلی پیغمبروں) پر اور جو کچھ کہ دیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور

---

[۱] معراج کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ان پیغمبروں سے جب ہوتی جن سے نسلی رشتہ آپ کا تھا تو وہ مرحبا یا لابن الصالح کہتے اور جن سے نسلی رشتہ نہ تھا وہ مرحبا بالاخ الصالح کے الفاظ سے آپ کا خیر مقدم کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (البقرۃ)

دوسرے نبیوں کو دیا گیا ان کی رب کی طرف سے (سب پر ہم ایمان لائے) اور ان میں سے کسی کو کسی سے ہم جدا نہیں کرتے اور ہم سب (خالق کائنات) ہی کے سامنے جھکے ہوئے ہیں

بعیت کے اس کلمہ میں آپ دیکھ رہے ہیں، نام بہ نام چند خاص بزرگوں کے ذکر کے بعد اقرار لیا جاتا تھا کہ "النبیون من ربھم" یعنی جہاں کہیں جس زمانہ میں بھی اپنے رب کی طرف سے نبی اور پیغمبر بنا کر جو بھیجے گئے سوا اُن کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن اجمالاً سب ہی پر ایمان لاتا ہوں، اُن پر بھی ایمان لاتا ہوں اور جو کچھ اللہ کے پاس سے وہ لائے اس کو بھی مانتا ہوں اس لحاظ سے ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جُدا نہ سمجھوں گا"

اور یہ چند آیتیں تو گویا بطور مثال کے یہاں پیش کر دی گئی ہیں، ورنہ چاہا جائے تو ایسی قرآنی آیتوں کا کافی ذخیرہ آپ کے سامنے لاکر رکھ دیا جاسکتا ہے، جس کا قدر مشترک یہی ہے کہ انسانی زندگی کا یہ قدرتی دستور، جس کا نام "الاسلام" یا "اسلامیت" ہے۔ سارے بنی آدم کا دوامی دستور ہے، خالقِ کائنات کے پاس سے ہر زمانہ میں اس کی پابندی کا مطالبہ ہر اُس شخص سے کیا گیا ہے جو آدمی بن کر زمین کے اس کرے پر پیدا ہوا خواہ وہ کسی ملک کا رہنے والا ہو، کسی نسل اور قوم سے اُس کا تعلق ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ خود آیت قرآنی

ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران) قطعاً دین اللہ کے پاس وہ الاسلام ہی ہے۔

میں بھی کوئی ایسا لفظ یا اشارہ نہیں پایا جاتا جس کی بنیاد پر خواہ مخواہ بلاوجہ یہ باور کر لیا جائے کہ قرآن کا یہ "اطلاقی اعلان" کسی خاص زمانہ تک محدود ہے۔ اور اس سے پہلے خدا کے پاس سے زندگی کے کسی ایسے دستور کی پابندی کا مطالبہ بھی پیش ہوتا رہا جو "الاسلام" سے مختلف تھا۔

کچھ بھی آپ کے سامنے "رہبانیت" اور "نظریہ شرکت الی مادیت" کے مصنوعی طریقوں کے مقابلہ میں انسانی زندگی کے اسی قدرتی دستور کو پیش کرتا ہوں جس کا قرآنی نام "الاسلام" ہے اور قرآن ہی رُو سے اسی کی پابندی کا مطالبہ ہر زمانہ میں آدم کی اولاد سے خدا کے پاس سے پیش ہوتا رہا۔

اس میں شبہ نہیں جیسا کہ آپ دیکھیں گے کہ اس سلسلہ میں ہم جو کچھ بھی پیش کریں گے قرآن اور قرآن سے جو کچھ سمجھا گیا ہے[۱] اسی کی روشنی میں پیش کریں گے۔ لیکن قرآن ہی کی بنیاد پر ہر پڑھنے والے کو یہ سمجھنا چاہیے اور اسی نقطۂ نظر کو

---

[۱] گویا اصولی قانون کے ساتھ آئین ہی کے ان حصوں کی نسبت ہوتی ہے جنہیں بائی لاز کہتے ہیں وہی نسبت قرآن کے ساتھ جن چیزوں کی ہے جن کو اصطلاحاً حدیث و آثار و فقہ وغیرہ کہتے ہیں ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامنے رکھتے ہوئے میں اسلام کو پیش کروں گا کہ اسی قدرتی دستور کے مطابق زندگی بسر کرنے کا مطالبہ خدا کے پاس سے چین والوں سے بھی کیا گیا تھا اور اُن سے بھی جو جاپان کے جزیروں میں رہتے تھے، اسی کے مکلّف اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے وہ بھی ٹھہرائے گئے تھے جو ایران میں یا ہندوستان میں، عرب میں یا مصر میں پیدا ہوئے تھے - الغرض ایشیا ہو یا افریقہ، یورپ ہو یا امریکہ کسی ملک کے رہنے والے ہوں۔ سامی نسل سے تعلق رکھتے ہوں، یا آریائی گورے، تورانی ہوں، یا سلاف اور ٹیوٹانی، خواہ جزائر کے باشندے ہوں یا براعظم میں اُن کا وطن ہو، کوئی بھی ہوں کہیں کے بھی ہوں، کسی زمانہ میں پیدا ہوتے ہوں، قرآن کے واضح بینات، اور محکم آیات ہی کا اقتضا رہے کہ اصولاً سب ہی کے آگے "الاسلام" ہی کی پابندی کا مطالبہ اُن کے خالق کے پاس سے پیش کرنے والے پیش کرتے رہے۔ ممکن ہے کہ نام زندگی کے اس "نظام" کا "الاسلام" نہ ہو - اور ممکن کیا بظاہر عام حالات کے لحاظ سے شاید ممکن بھی نہ تھا۔ لیکن "نام" نہ سہی، "کام" جو اُن سے چاہا گیا تھا، وہ تو یقیناً "الاسلام" ہی تھا اور اسی کو ہونا بھی چاہیے تھا، آخر نزول قرآن سے پہلے بھی تو زمین کے اس کرے پر آدم ہی کی اولاد آباد تھی وہ بھیڑ بکری تو نہ تھے -

کچھ بھی ہو، موازنہ اور مقابلہ کے میدان کو اپنی اسی کتاب ہی میں کیا بلکہ اصولاً صرف زندگی کے ان ہی دونوں خود ساختہ مصنوعی غیر فطری اور غیر عقلی طریقوں (رہبانیت و مادیت) ہی کی حد تک محدود سمجھتا ہوں، ان دونوں کے مقابلہ میں "الاسلام" یا "اسلامیت" ہی میرے نزدیک آدمی کی زندگی کا قدرتی اور فطری دستور ہے باقی دنیا کے عام مذاہب وادیان جن کے ماننے والے دنیا کے مختلف حصّوں میں پائے جاتے ہیں ان بے چاروں کو دیکھتا ہوں اور دل ہی دل میں گھٹتا ہوں، بلکہ کبھی کبھی تو رو پڑتا ہوں - دیکھ رہا ہوں کہ اپنے گھر کی پونجی کو پرائی پونجی باور کر کے ایک بے بنیاد مغالطہ میں لوگ مبتلا کر دیئے گئے ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان ہی کے گذرے ہوئے بزرگوں ان ہی کے اسلاف اور باپ دادوں ہی کا "موروثی سرمایہ" ہر قسم کی اشتباہی آلائشوں سے پاک و صاف ہو کر قرآن کے قالب میں اُن کو واپس کیا گیا ہے، ان ہی کی اپنی چیز ہے جو اُن کے سامنے لائی گئی ہے مگر وہ تو یہ سُننا بھی نہیں چاہتے کہ آخر قرآن کا پیغام کیا ہے، وہ اُن سے کیا کہہ رہا ہے، بدگمانیاں، بے بنیاد و قطعاً بے بنیاد بدگمانیاں تھیں کہ سُننے اور سُن کر سمجھنے سے پہلے ہی بدکنے والے بدک رہے ہیں، بھڑکنے والے بھڑکتے ہی چلے جاتے ہیں - ان میں یہ غلط احساس پیدا ہو گیا ہے کہ قرآن کو مان کر اپنے "آبائی ترکہ" سے ہم محروم ہو جائیں گے، اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بزرگوں سے ہمارا رشتہ ٹوٹ جائے گا۔

ہائے! ان کو کیسے سمجھایا جائے کہ جس "موروثی حق" سے محروم کرنے والوں نے ان کو محروم بنا کر چھوڑ دیا تھا، حق داروں تک قرآن اُن کے اسی "موروثی حق" کو پہونچانے ہی کے لئے نازل ہوا ہے۔

بغیر کسی پاسداری کے کھلے دماغ کے ساتھ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اپنے آباؤ اجداد کے چھوڑے ہوئے موروثی حق" تک پہونچنے اور پہونچانے کا کوئی ذریعہ قرآن کے سوا آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر باقی نہیں رہا ہے۔ سانے والوں نے حق کو ناحق کے ساتھ کچھ اس طرح سان دیا ہے کہ جیسے ناخن کو ممکن ہے گوشت سے چھڑا بھی لیا جاسکے۔ مگر اس سلسلہ میں خواہ تنقیح و تصحیح کے سارے عقلی ذرائع اور منطقی کارروائیوں ہی سے کیوں کام نہ لیا جائے صورت حال ہی ایسی ہے کہ اب حق کو ناحق سے جدا کرنے میں قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتا۔

حیرت ہوتی ہے کہ دنیا کا شاید ہی کوئی مذہب اور دین جس کے متعلق تصحیح کی ضرورتوں کو محسوس کر کے تنقیحی سوالات نہیں اٹھتے یا نہیں اٹھائے جاتے اور ترجیحی نتائج جو عموماً عقلی راہوں سے نکالے جاتے ہیں۔ ان ہی پر بھروسہ کر کے جینے والے جی رہے ہیں گویا رہبانیت و مادیت کے مصنوعی طریقوں کی طرح اپنے عقل ساختہ فیصلوں پر وہ بھی بھروسہ کر رہے ہیں۔ بہرحال کہنا یہ ہے کہ تصحیح و تنقیح و ترجیح کے یہ سارے کاروبار جو ہر مذہب کے ماننے والوں ہی کے محدود دائرہ میں جاری ہیں ان میں سے کوئی نہیں بھڑکتا سمجھا جاتا کہ اپنے اپنے دین کے احاطہ کی یہ اندرونی بات ہے۔ لیکن بجائے کسی خاص مذہب اور دین کے نسل انسانی کے سارے مذاہب و ادیان کو اپنے دائرہ بحث میں لا کر عقل کی غیر تشفی بخش راہوں سے نہیں بلکہ وحی و الہام کے مقدس لاہوتی ذریعہ سے تصحیح و تنقیح کی اسی ضرورت کو خود قدرت نے قرآن کی شکل میں جب پیدا کر دیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب اور دین کو تصحیح و تنقیح کی ضرورت سے بے نیاز ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ ان میں ہر ایک اپنے طرز عمل سے یہی باور کرانا چاہتا ہے کہ اس کی دینی زندگی کو تصحیح و تنقیح کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس کے پاس جس شکل میں بھی جو دین پایا جا رہا ہے سمجھا جاتا ہے کہ اُن کے آباؤ اجداد کا صحیح دین یہی تھا اور اُن کے آبائی مذہب یا دھرم کی کوئی شکل اس کے سوا نہ تھی جس شکل میں آج اُن کے پاس وہ موجود ہے حالانکہ وحی و الہام نہیں بلکہ صرف عام عقلی ذرائع سے کسی دین کے ماننے والوں کو آئے دن یہ دیکھا جاتا ہے کہ تصحیح و تنقیح کی ضرورت کی طرف توجہ دلانے کے لئے کوئی کھڑا ہوتا ہے تو عموماً لوگوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کان کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب نہیں تو ایک طبقہ عقل کے نکالے ہوئے تنقیحی نتائج کے تسلیم کرنے پر آمادہ بھی ہو جاتا دُنیا کے کسی مذہب پر شاید ہی کوئی ایسی صدی گذری ہو جو اصلاح و ترمیم تصحیح و تنقیح کی آوازوں سے خالی رہی ہو، کل بھی یہی ہوتا تھا، اور آج بھی یہی ہو رہا ہے، جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ جس ضرورت کی طرف قرآن نے مذاہب و ادیان کی ماننے والی ہستیوں اور قوموں کو توجہ دلائی ہے کسی زمانہ میں اس کا انکار نہیں کیا گیا ہے اور کون و فساد والی اس دُنیا میں بناؤ اور بگاڑ کے اس عام قانون سے کون سی چیز محفوظ ہے، جو آدمی کی دینی زندگی اس قانون کی زد سے بچ سکتی تھی۔[۱]

بہرحال ارباب مذاہب و ادیان سے اس کے سوا مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے کہ جو قرآن ہی نے سکھایا ہے یعنی قرآن جس دینی زندگی کے نظام کو تم پر پیش کر رہا ہے یہ وہی طریقہ ہے جس کی وصیت خدا نے نوح کو کی تھی، ابراہیم و موسیٰ کو بھی اسی کی وصیت کی گئی تھی یعنی وہی سورہ شوریٰ والی آیت شرع لکم من الدین الآیۃ جسے نقل کر چکا ہوں اسی سلسلہ میں یہ خبر دیتے ہوئے کہ الہامی کتابیں وراثۃً جن لوگوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی وہ اپنی کتابوں کے متعلق شک میں مبتلا ہو کر دبدھے میں پڑ گئے ہیں، آخر میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ

فلذلك فادع، واستقم	پس ان ہی وجوہ سے (یعنی اول سے آخر تک دین ایک ہی تھا مگر
كما امرت ولا تتبع اهواء	لوگ شک میں مبتلا ہوگئے اسی لئے اسی پہلے دین کی طرف تم پھر لوگوں کو)
هم وقل امنت بما	پکارو، اور خود بھی اسی پر ڈٹ جاؤ جیسے تمہیں حکم دیا گیا اور مت پیروی
انزل الله من كتاب و	کرو (لوگوں کی اپنی من مانی خواہشوں کی اور مصنوعی خود ساختہ طریقوں کی)

---

[۱] خود مسلمانوں کی دینی زندگی جس پر ابھی کل تیرہ صدیاں گذری ہیں، جاننے والے جانتے ہیں کہ اس راہ میں کن کن حوادث کی کہاں کہاں نہیں شکار ہوتی رہی۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ مذاہب و ادیان کی تصحیح کا واحد قدرتی "معیار" ہونے کا جو موقف قرآن کو حاصل ہے یعنی اسی پر پیش کر کے چاہیئے کہ اپنی دینی زندگی کی لوگ تصحیح کرتے رہیں اس باب میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی کے لئے قرآن مساوی نسبت رکھتا ہے محض نام کے مسلمان بنا کر یہ خیال کہ اپنی دینی زندگی کو قرآن پر پیش کر کے صحیح کرنے کی ضرورت سے ہم بے نیاز ہیں قطعاً غلط ہے ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امرت لاعدل بینکم

اور کہو کہ اللہ نے جو کچھ اتارا ہم نے تو صرف اسی کو مانا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم لوگوں (یعنی دینی قوموں کے) درمیان میں فیصلہ کروں (یعنی حق کو ناحق سے جدا کر کے بتا دوں

دنیا کے عام مروجہ مذاہب وادیان کے درمیان قرآن کا یہی "طبعی موقف" اور "قدرتی مقام" ہے، آیت کو ختم کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ مروجہ مذاہب وادیان کے ماننے والوں کو خطاب کرتے ہوئے یہی کہا کرو، کہ

اللہ ربنا وربکم لنا اعمالنا	اللہ ہی ہمارا پروردگار بھی ہے اور تمہارا پروردگار بھی وہی ہے ہمارے
ولکم اعمالکم لاحجۃ بیننا	لئے ہمارے کام اور تمہارے لئے تمہارے کام کوئی جھگڑا ہمارے تمہارے
وبینکم اللہ یجمع بیننا	درمیان نہیں ہے اللہ ہم سب کو (قدرتی دستور حیات) پر اکٹھا
والیہ المصیر	کرلے اور واپسی اسی اللہ کی طرف ہے -

یہی ہمیں سکھایا گیا ہے۔ چاہیئے کہ عام مذاہب وادیان کے ماننے والوں کے مقابلہ میں اسی قرآنی نقطۂ نظر کو زندہ اور تر و تازہ رکھا جائے اور میں تو ناامید نہیں ہوں کہ قرآن کی بتائی ہوئی دعا

اللہ یجمع بیننا — ہم سب (جو دین کے ماننے والے ہیں، سب کو زندگی کے قدرتی دستور پر اللہ جمع کرے)

قبول نہ ہوگی، قرآن کے متعلق لوگ غلط فہمیوں کے شکار ہیں، ان غلط فہمیوں کا ازالہ ہو کر رہیگا وہ کتاب پہچانی جائے گی جو ہر قوم کو اس کے سچے آبائی دین اور دھرم تک پہونچانے کے لئے سب سے آخر میں قدرت کی طرف سے نسل انسانی کو سپرد کی گئی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ بجائے اپنے ذاتی خیالات واظہار کے قرآن کو اسی رنگ میں قوموں کے آگے رکھا جائے جس رنگ میں اس نے خود اپنے رب کو پیش کیا ہے آپ اسی کتاب میں بھی دیکھیں گے کہ "الاسلام" یا "اسلامی نظام حیات" کے نام سے جو چیزیں پیش ہو رہی ہیں، ہوں گی تو وہ قرآن اور قرآنیات ہی سے ماخوذ، لیکن دنیا کے عام مذاہب وادیان کا آپ نے اگر مطالعہ کیا ہے، یا تھوڑے بہت معلومات بھی اس سلسلہ میں آپ کے پاس ہوں گے تو آپ پائیں گے کہ عموماً یہ وہی باتیں ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے دوسرے عام مروجہ مذاہب وادیان میں بھی ملتی ہیں، نہ جاننے والے اس حال کو دیکھ کر کبھی کبھی پوچھتے بھی ہیں کہ جن باتوں کو لوگ پہلے ہی سے مانتے چلے آرہے ہیں جب وہی باتیں اسلام میں بھی منوائی جاتی ہیں اور ان ہی کی پابندی کا مطالبہ بھی "اسلام"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کیا جاتا ہے تو اپنے پُرانے دین کو چھوڑ کر اس نئے دین کو لوگ آخر کیوں مانیں حتیٰ کہ بعض لوگوں نے تو ریسرچ اور تحقیق کی داد بھی اس قسم کی کتابیں لکھ لکھ کر کچھ دن ہوئے حاصل کی ہے۔ اُنھوں نے مذاہب و ادیان کی کتابوں کو الٹا پلٹا اور ان ہی سے نکال نکال کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام میں کوئی نئی بات نہیں بتائی جاتی۔

مگر تحقیق و تلاش کے ان بیشہ وروں سے یہ کون پوچھے کہ دین کی ساری کتابوں کے ساتھ تم نے قرآن کا بھی مطالعہ کر لیا تھا، اس کا دعویٰ کیا تھا۔ اُس کو بھی تم نے منقح کیا تھا۔ قرآن کسی "نئے دین" اور "نئی تعلیم" کی دعوت ہی کب دیتا ہے وہ تو قوموں کو ان کے آبا ر اولین (گذشتہ باپ دادوں) ہی کے دین اور دھرم کو تازہ ترین مکمل شکل میں اشتباہی آلودگیوں سے پاک کر کے پیش کرنے کا مدعی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ "الاسلام" اور اسلامی زندگی کے اجزار کو پیش کرتے ہوئے اگر چاہا جاتا تو قرآن کے سوا بھی عام اور مروجہ مذاہب و ادیان کی کتابوں کو فراہم کر کے اس کتاب میں ہم درج کر سکتے تھے۔ تاکہ معلوم ہو کہ روحانیت اور مادیت کے مقابلہ میں "اسلام" یا "اسلامیت" نصابی زندگی کا کوئی نیا دستور و آئین نہیں ہے بلکہ اول سے آخر تک یہی قدرتی مطالبہ خالقِ کائنات کی طرف سے پیش ہوتا رہا۔ مذہبی نمائندوں یعنی حضرات انبیا و رسل علیہم السّلام کی یہی مشترک تعلیم ہے۔

لیکن ایسا ہی "آئین دستور" کا تازہ ترین اکمل و جامع و حاوی اڈیشن جب ہمارے پاس موجود ہے جو ہر قسم کے شک و شبہ سے قطعاً پاک ہو اس کی تاریخی زندگی پر شروع سے آخر تک تاریکی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا ہے جس میں ردّ و بدل کی بدگمانیوں کی گنجائش کا ہلکے سے ہلکا احتمال بھی پیدا ہو سکتا ہو ایسی صورت میں اسی دستور کے ان نسخوں کے استعمال کی ضرورت ہی کیا تھی جن کے ورق ورق میں شکوک و شبہات کے کیڑے رینگتے نظر آتے ہیں۔ خود اُن کے ماننے والے بھی جانتے ہیں کہ کن تاریخی حادثوں سے ان کتابوں کو گذرنا پڑا ہے۔ اور ان حادثوں میں ان کتابوں پر کیا کچھ نہیں گذر چکی ہے ان ہی باتوں کا نتیجہ ہے کہ تائیدی شہادتوں کے ساتھ ساتھ ان ہی مشکوک و مشتبہ نسخوں سے تردیدی شہادتوں کو بھی لوگ پیش کر سکتے ہیں[1]۔

---

[1] دور کیوں جائیے عیسائی مذہب کا شمار بھی ان ہی ادیان میں کیا جاتا ہے جو عقیدۂ توحید کے حامی ہیں، انجیل توحیدی شہادتوں سے بھری ہوئی بھی ہے۔ لیکن اسی انجیل سے "تو" "ایک تین ہے تین ایک ہے" کا معمہ بھی نکالا جاتا ہے تورات میں خدا کے جلال و جمال کو جس رنگ میں پیش کیا گیا ہے اس کا کون انکار کر سکتا ہے مگر اسی تورات میں خدا کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی گئی ہیں جن کے بعد خدا مشکل ہی سے خدا باقی رہتا ہے۔ یہی حال ان تمام مذاہب و ادیان کا ہے جنھیں بُری بھلی شکلوں میں لوگ مانتے چلے جاتے ہیں والقصہ بطولہا ۱۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب اپنی اس تمہیدی گفتگو کے بعد انسانی زندگی کے اسلامی نظام کو پیش کرتا ہوں۔ واللہ ولی الامر والتوفیق۔

اچھی طرح سے اس مسئلہ کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ قرآن کی طرف عملی زندگی کے اس نظام کو جو میں منسوب کرتا ہوں تو اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اسی کتاب میں آدمی کی عملی زندگی کے اس نظام کے کلیات تر و تازہ حالت میں ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک ہو کر اپنی مکمل ترین شکل میں پائے جاتے ہیں جن سے اس سلسلہ میں رہتی دنیا تک کی پیش آنے والی ضرورتوں کے متعلق احکام اور نتائج نکالے جا سکتے ہیں۔ ورنہ جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں دنیا کے عام مذاہب و ادیان جنہیں منسوب کرنے والے خالق کائنات کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے اسی کی پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یعنی حضرات انبیاء و رسل علیہم السلام کی طرف منسوب ہونے والی امتوں میں جو دین اور دھرم پایا جاتا ہے اصولاً اسی "اسلامی نظام" ہی کی وہ پرچھائیاں ہیں جن میں کافی رد و بدل ترمیم و اضافہ کے باوجود اب بھی بہت سے عناصر اور اجزاء اسی "اسلامی نظام زندگی" کے پائے جاتے ہیں۔

اگر یہ سمجھا جائے کہ "مادیت" اور "روحانیت" کے مقابلہ میں دنیا کے سارے مذاہب و ادیان کی ترجمانی اور وکالت کا فرض ادا کیا جا رہا ہے گویا دنیا کی عام مذہبی قوموں اور پیغمبروں کی امتوں کی ایک صف بنا کر ہم "مادیت" اور "روحانیت" کے طریقوں کو چیلنج کرتے ہیں اور بتانا چاہتے ہیں کہ عملی زندگی کے یہ دونوں ناقص خاکے انسانی فطرت کے جبلی مطالبات کو تشنہ اور غیر تشفی یافتہ حال میں چھوڑ دیتے ہیں ان کے مقابلہ میں "الاسلام" یا "اسلامیت" ہی عملی زندگی کا ایسا کامل و مکمل نظام ہے جس میں آدمی کی جبلت کے تمام تقاضوں کے لئے مناسب خوراک مہیا کی گئی ہے۔ صحیح معنوں میں دلوں کی آسودگی اور اطمینان کا کوئی ذریعہ "اسلامی زندگی" کے سوا نہ پہلے سوچا گیا ہے اور نہ آئندہ سوچا جا سکتا ہے۔

بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ "مادیت" یا مادی زندگی گذارنے والوں کا عملی پروگرام جبلت کے جن تقاضوں پر مبنی ہے اور اس لحاظ سے پست سے پست اور بلند سے بلند تر نصب العین جنہیں "مادیت" کی راہوں میں پیش کرنے والے وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے ہیں ان پر بھی تصدیق و تصحیح کی مہر "اسلامیت" میں ثبت کی گئی ہے اور عملی زندگی میں ان کو شریک کر لیا گیا ہے اسی طرح فطرت کے جن احساسات پر "روحانیت" کی بنیاد قائم ہے، اسلام میں بھی عملی زندگی کی تعمیر اسی کو بنیاد بنا کر کی گئی ہے۔ العرض "مادیت" اور "روحانیت" دونوں ہی کے لئے مناسب اور موزوں غذائیں اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نظام میں چونکہ خود بخود مہیا ہو جاتی ہیں اس لئے عملی زندگی کے اسلامی نظام کے قبول کرنے سے مذاہب و ادیان کی کشمکش کے قصّوں سے جیسے فرصت مل جاتی ہے' اسی طرح "مادیت" اور "روحانیت" کی نہ ختم ہونے والی آویزش کی داستانوں کو بھی یہ واقعہ ہے کہ الاسلام یا "اسلامیت" کے مسلک نے بے معنی بنا کر رکھ دیا ہے' کیونکہ مادّی زندگی کے سارے مطالبوں کی تکمیل کا سامان بھی اس میں موجود ہے اور "روحانیت" میں جو کچھ چاہا جاتا ہے اس کو بھی پورا کر دیا گیا ہے ہر ایک کو اس کا مناسب حصّہ اس مسلک میں خود بخود مل جاتا ہے اور یوں اپنے اپنے فطری مقام پر اسلامی نظام زندگی کے چوکھٹے میں مادیت و روحانیت دونوں ہی فٹ ہو کر کھپ جاتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جس اساسی نقطۂ نظر کے زیر اثر اسلامی زندگی منظم ہوتی ہے اس کے فطری منطقی نتائج و ثمرات کو سامنے رکھ کر اگر سوچا جائے تو یہ واقعہ ہے کہ ہستی کا یہ پورا نظام ہی ایک مکمل دائرہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے' ایک ایسا دائرہ جس میں نہ کہیں خلا ہی باقی رہتا ہے اور نہ کس لئے کے سوال کا کوئی پہلو تشنہ رہ جاتا ہے' یہی دائرہ ہے جس کا نام اپنی خاص اصطلاح میں میں نے "دائرۃ الایمان" رکھ چھوڑا ہے' اردو کے عصری میلان کے رو سے آپ کا جی چاہے' تو "دھوم چکر" کے نام سے بھی اس کو آپ موسوم کر سکتے ہیں۔ ولا مشاحۃ فی التسمیہ والاصطلاح

میں نے جو کچھ عرض کیا' یہ کوئی شاعری' یا کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے جس کے لئے غیر معمولی مطالعہ اور نئے معلومات کے حاصل کرنے کی ضرورت ہو' بلکہ عام مذاہب و ادیان خصوصاً "الاسلام" کے متعلق اجمالی معلومات بھی جن کے پاس ہیں' ان ہی معلومات کا معمولی جائزہ لیتے ہوئے ہلکی سی منطقی ترتیب ان میں پیدا کر لینے کے ساتھ ہی وہی سب آپ کے سامنے بھی آجائے گا جسے میں پا رہا ہوں۔

آخر خالق کائنات کے تخلیقی مظاہر' جسے ہم عالم اور کائنات کہتے ہیں اس سے استفادہ کے حق کا آپ ہی بتائیے کہ دنیا کے کس مذہب اور دین میں انکار کیا گیا ہے۔ قرآن کا تو ورق ورق اسی "حق" کے اجازت ناموں اور لائسنسوں سے بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ بات کہ بنی نوع انسان کے ہر فرد پر خود اس کی ذات اور صفات کا بھی حق ہے' اس پر اس کے بال بچوں بیوی ماں باپ بھائی بہن الغرض خاندان والوں کا بھی حق ہے۔ جن لوگوں میں آدمی زندگی بسر کرتا' رہتا سہتا' جیتا مرتا ہے ان کا بھی یعنی اپنی قوم اور وطن والوں کا بھی اس پر حق ہے اور آخر میں یہ کہ سارے انسان' خواہ اس وقت موجود ہوں' یا آئندہ پیدا ہونے والے ہوں' قطع نظر اس سے کہ عام انسانی ہمدردی کی تعلیم سے شاید ہی دنیا کا کوئی مذہب و دین خالی ہو' قرآن میں اُمّت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامیہ کو مخاطب بناکر

کنتم خیر امت اخرجت للناس	تم بہترین اُمت ہو، جو عام انسانوں کی نفع رسانی کے لئے باہر لائی گئی ہے۔

کا اعلان کرتے ہوئے "جہاد" کے نام سے ایک مستقل قانون ہی نافذ کیا گیا ہے، جس کے متعلق نہ جاننے والے خواہ جن غلط فہمیوں کے شکار رہیں اور بنانے والوں نے اس لفظ کو جتنا بھی وحشت ناک و مہیب بنا دیا ہو جس میں اسلام کے بعض نادان دوستوں کی دوستی نما دشمنی کو بھی دخل ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اپنے رب کو، اپنی قوم کو باقی رکھنے کے لئے مادّی ذہنیت رکھنے والوں نے اپنے ہی جیسے انسانوں کو فنا کے گھاٹ اُتارنا ضروری قرار دے رکھا تھا۔ یہی "تنازع للبقار" کا قانون تھا جس کے زیر اثر دنیا میں لڑائیاں لڑی جا رہی تھیں، جنگ و حرب کی صفیں قائم ہو رہی تھیں "تنازع للبقار" کا یہ قانون انسانی آبادیوں کا نہیں بلکہ جنگل کے حیوانوں کا قانون تھا، اس جنگلی غیر انسانی قانون کو "جہاد" کے انسانی قانون سے اسلام میں بدل دیا گیا ہے۔ جسے چاہا جائے تو بجائے تنازع للبقاء کے "تنازع للابقار" کے نام سے موسوم کر دیا جائے جس میں دوسروں تک ابدی زندگی اور بقار دوام کی ضمانت پہونچانے کے اور اُن کو باقی رکھنے کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ موت کا خطرہ بھی سامنے آجائے تو اس خطرہ کو بھی قبول کر لینا چاہیئے یعنی دوسرے زندہ ہو جائیں اس لئے خود کو مرنے پر راضی کر لینا بھی جہاد کے اس قانون کی جوہری روح ہے۔ تفصیلی بحث تو اس پر مستقل باب میں کی جائے گی۔ سردست میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عام انسانی ہمدردی کا نصب العین جو گویا مادّی زندگی کا آخری سب سے بڑا نصب العین سمجھا جاتا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ "قانون جہاد" کو نافذ کر کے اسلامی نظام زندگی کا قرآن اسی نصب العین کو صدیوں پہلے ایک اہم ترین جزبنا چکا ہے۔ بہرحال ہو یہ ہو نٹی (عام انسانیت) کے فلاح و بہبود کے نصب العین کو پیش کر کے "مادیت" اپنا دم توڑ دیتی ہے۔ لیکن یہ بات کہ دنیا کی ساری پیداواروں کے مقابلہ میں کرۂ زمین کی یہ پیداوار جس کا نام "انسانیت" ہے خود اس کے وجود کی غرض و غایت کیا ہے عرض ہی کر چکا ہوں کہ "مادیت" اس کے جواب میں بھوت بن کر رہ جاتی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ مادیت میں انسانیت اور ساری سرگرمیاں دیوانہ کا بے نتیجہ خواب بن کر رہ جاتی ہے۔

اسلامی زندگی میں اسی سوال کا جواب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یاقوم اعبدوا الله مالکم من اله غیرہ — اے قوم پوجو اللہ کو نہیں تمہارا معبود (اِلٰہ) اس کے سوا

دیا گیا ہے، حاصل جس کا یہی ہے کہ پیدا کرنے والے خالق نے انسان کو خود اپنے لئے، اپنی عبادت کے لئے، اپنی مرضی پر چلنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ قرآن میں اسی مطلب کو کبھی

ان ھذہ امتکم امة واحدة و — یہ ٹولی (انسانوں کی) ایک ٹولی ہے اور میں تمہارا پروردگار

انا ربکم فاعبدون — ہوں تو مجھی کو تم پوجتے رہیو۔

کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے، اور کبھی انسانی وجود کے اسی نصب العین کو سمجھاتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ

ان ھذہ امتکم امة واحدة و — یہ ٹولی (تم انسانوں کی) ایک ہی ٹولی ہے اور میں تمہارا پروردگار

انا ربکم فاتقون۔ — ہوں پس مجھ ہی سے ڈرتے رہنا۔

صرف یہی نہیں کہ "مادیت" کے جوہری نقص کا ازالہ اس جواب سے ہو جاتا ہے بلکہ خود بخود "روحانیت" کا مسلک بھی اسلام کے عملی نظام کے قوام میں کچھ اس طرح سے گھل مل جاتا ہے کہ "مادیت" اور "روحانیت" کے سارے اختلافات ختم ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی کے یہ دو مختلف نظریے ایک بسیط نظریہ کا قالب اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ "روحانیت" کے مسلک کا سلبی و منفی جز یعنی یہ جو مانا جاتا تھا کہ آدمی تو خدا کے لئے پیدا ہوا ہے لیکن خود آدمی کے لئے دنیا کی کوئی چیز پیدا نہیں کی گئی ہے۔ اسی لیے دنیا گریز رجحانوں کی حوصلہ افزائی "روحانیت" کی سب سے بڑی خصوصیت ہر زمانہ میں ٹھہرائی گئی ہے جس حد تک دنیا کی چیزوں سے بے نیاز، اور ان کی دست نگری سے اپنے آپ کو آزاد دکھانے میں جو کامیاب ہوئے ہیں اسی حد تک روحانیت کی راہوں میں وہ قدر و عزت کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مذہبی اقوام و امم کی تاریخ کا یہ ایک مشترک نقطۂ نظر بن گیا ہے جس کے اثر سے ہم کسی مذہب یا دین کو مشکل ہی سے مستثنیٰ کر سکتے ہیں خود مسلمانوں کے اندر بھی مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ انتہائی غالیانہ شکلوں میں نہ سہی لیکن کسی نہ کسی رنگ میں لوگ اس کو مانتے چلے آئے ہیں جس پر عنقریب ہم بحث کریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سلسلہ میں جہاں تک فقیر نے غور و فکر سے کام لیا ہے اور جس کے نتیجے تک پہونچا ہے اس کے ذکر سے دل اگرچہ ہچکچاتا ہے لیکن دل میں جو بات آئی ہے اسے پیش کئے دیتا ہوں، ضرور نہیں کہ حقیقت میں بھی واقعہ یہی ہو۔

بہر حال کہنا یہ چاہتا ہوں کہ عام خدا کی مخلوقات کے متعلق جہاں یہ دیکھا جاتا ہے کہ پیدا کرنے والے نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کو جس قالب میں پیدا کیا ہے سمجھا جاتا ہے کہ یہی اس کا قدرتی قالب ہے۔ پتھر پتھر ہی ہے۔ درخت درخت ہی ہیں۔ بھیڑ بکریاں بھیڑ بکریاں ہی ہیں، یہی لوگ جانتے بھی ہیں اور یہی مانتے بھی ہیں۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ کب اور کیوں، کن اسباب و وجوہ کے زیر اثر کائنات عالم کی پیداواروں کے جھمیلے میں ایک آدم کی اولاد بنی نوع انسان کے متعلق خدا ہی جانتا ہے فرض کرنے والوں نے کسی زمانہ میں یہ فرض کرلیا کہ گو پیدا تو ہوئے ہیں وہ انسانی قالب میں لیکن واقع میں وہ انسان نہیں، بلکہ "ملائکہ" یا "فرشتہ" یا "دیوتا" تھے۔ ملکوتی وجود پر انسانیت کی جھول اوپر سے اُڑھا دی گئی ہے، اسی لئے آدمی کا فرض ہے کہ باہر سے اُڑھائی ہوئی اس جھول کو پھاڑ کر اپنے آپ کو وہی بنالے جو درحقیقت وہ ہے، یعنی فرشتہ بن جانے میں کامیاب ہوجانا، سمجھا جاتا ہے کہ یہی اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ سب کے متعلق تو نہیں کہہ سکتا۔ لیکن بڑے بڑے مشہور مذاہب میں اسی عجیب و غریب "مفروضہ" کی بنیاد پر یہ تسلیم کرلیا گیا کہ خدا کی بندگی اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کا ثمرہ اور انجام آدمی کے سامنے اس شکل میں آئے گا کہ وہ ملک یعنی فرشتہ بن جائے گا، بالفاظ دگر اس کا مطلب یہی ہوا، اور یہی سمجھا یا بھی جاتا ہے کہ انسانی فطرت کے سارے طبعی مطالبات سے آدمی کو محروم کرکے ملکوتی زندگی اس کو بخشی جائے گی۔ اس باب میں "عیسائی مذہب" کے ماننے والوں کے رجحانات نے اس حد تک ترقی کی کہ عام مذاہب و ادیان میں بہشتی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے، قرآن میں بھی اسی نقشہ کی تجدید کی گئی ہے اس کو بجائے "انسانی جنت" کے عیسائیت کے ماحول میں "حیوانی جنت" کے نام سے موسوم کرکے اس بہشتی زندگی کا مضحکہ اڑایا گیا تضحیک و تحقیر کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ "عیسائیت" کے دائرے کو توڑ کر دوسرے مذاہب و ادیان کی ماننے والی اُمتوں میں بھی حتی کہ مسلمانوں کے بعض طبقات تک زیادہ تر غیر شعوری طور پر نہ معلوم کیوں اس عیسائی عقیدے سے اس حد تک متاثر نظر آتے ہیں کہ کافی طنز و طعن، بلکہ ناقابل برداشت خشک قرینوں سے عام مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کرنے کا گویا رواج سا ہوگیا ہے۔

آج بھی اگر ڈھونڈا جائے تو "قرآنی جنت" کا استہزائی الفاظ میں تذکرہ کرنے والے نثر میں نہیں نظم ہی کے لباس میں تلمیحات و کنایات سے کام لینے والوں کی کافی تعداد آپ کو مسلمانوں میں مل جائے گی اس میں شک نہیں کہ بجائے خود فکری کے اس قسم کی باتیں بنانے والے زیادہ تر تقلیدی روایات ہی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متاثر ہیں، کچھ سُن لیا اور لے اُڑے اس سے زیادہ ان کے اشاروں اور کنایوں کی تہ میں اگر تلاش کیا جائے تو کچھ نہ ملے گا، ان بے چاروں کو اس کا قطعاً اندازہ نہیں ہے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کی بنیاد کیا ہے اور کس تخم سے یہ درخت پھوٹ کر نکلا ہے

بہر حال یہ بات کہ پانی پانی ہی ہے، مٹی مٹی ہے، الغرض جو چیز جو کچھ بن کر پیدا ہوئی ہے واقع میں بھی وہ وہی ہے، ہر چیز کے متعلق اس کلیہ کو مانتے ہوئے اچانک آدمی صرف آدمی کے متعلق یہ دعویٰ کہ واقع میں وہ فرشتہ ہے جو دنیا میں آدمی بن کر پیدا ہو گیا ہے۔ اس عجیب و غریب مفروضہ کی بنیاد کیا ہے؟ کم از کم باوجود انتہائی غور و فکر کے کوئی قابل قبول جواب اب تک سمجھ میں نہیں آیا فقط اس لئے کہ خالق کائنات نے آدمی کو اپنے لئے پیدا کیا ہے، محض اس لئے سمجھ میں نہیں آتا کہ آدمی آدمی نہیں، بلکہ در حقیقت وہ فرشتہ ہے اس مفروضہ کے فرض کرنے کی ضرورت آخر کیوں پیش آئی اس نصب العین کی تکمیل کے لئے آدمی کا آدمی ہونا کیا کافی نہ تھا؟

بلکہ اگر سوچا جائے تو نظر آتا ہے کہ "ملکوتیت" یا فرشتہ ہونے کا یہ بے بنیاد نظریہ جو بنی آدم کے متعلق گڑھ لیا گیا ہے جہاں تک میرا خیال ہے اس مفروضہ نے تو سارے قصے ہی کو ختم کر کے رکھ دیا۔

قصہ سے میری مراد یہ ہے کہ خدا نے عالم کو کیوں اور کس لئے پیدا کیا؟ ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں جیسے ضرورت اور حاجت کو پیش کرنا، خدا کی خدائی کے منافی ہے۔ یعنی خدا نے اس دنیا کو اس لئے پیدا کیا کہ (معاذ اللہ) وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں کا محتاج اور ضرورت مند تھا، بھلا اس قسم کی احمقانہ گستاخی کی کون جرأت کر سکتا ہے، اس طرح یہ کہنا کہ خدا کا یہ سارا تخلیقی کاروبار محض بے نتیجہ، لا حاصل و عبث ہے اس سے تو زیادہ بہتر یہی ہے کہ خدا ہی کا انکار کر دیا جائے، بے معنی، بے مطلب کاموں کے کرنے والوں کو جب آدمیوں کے جرگے سے نکال کر دیوانوں اور پاگلوں میں شریک کر دیا جاتا ہے تو آپ ہی سوچئے کہ اسی جنون اور دیوانہ پن کو خدا کی طرف منسوب کرنے والے در حقیقت خود ہی پاگل ہونے کے سوا کچھ اور بھی ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ صرف وہی تیسرا احتمال رہ جاتا ہے جس سے عموماً انسانی اعمال و افعال کی بھی توجیہ کی جاتی ہے، بلکہ ناگزیر لابدی ضرورتوں کی تکمیل کے بعد آدمی جو کچھ کرتا ہے، غور کیا جائے تو زیادہ اس کی تہ میں کارفرما یہی قدرتی قانون نظر آتا ہے[1]

---

[1] مقصد یہ ہے کہ اپنی خاکی زندگی میں آدمی کی پہلی ضرورت ہوا کی ہے جس میں وہ سانس لے، قدرت کی طرف سے اس کی تقسیم کا مفت انتظام کر دیا گیا یعنی کسی قسم کی قیمت ادا کئے بغیر ہوا ہر جینے والے کو میسر آ رہی ہے، دوسری ضرورت پانی کی ہے ہوا کی طرح

(باقی آئندہ صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی نمود ظہور، یہی ہر کمال کی فطرت ہے۔ اسی قدرتی قانون کی تعبیر عارف شیراز نے اپنے اس مشہور شعر میں کی ہے۔

من از اں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم
کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

جس کا مطلب یہی ہے کہ حسن کا جو کمال یوسف میں پایا جاتا تھا وہ ظہور نمود اس جمالی کمال کا فطری تقاضا تھا اور اسی فطری اقتضا نے اپنے ظہور نمود کے لئے عشق زلیخا کو پیدا کیا، لیکن آئینہ بہر حال آئینہ ہے اگر وہ ٹوٹ جائے یا سرے سے پیدا ہی نہ ہو، تو اس سے حسینوں کے حسن میں ظاہر ہے نہ کوئی عیب ہی پیدا ہوتا ہے اور نہ کوئی بٹہ لگتا ہے۔ اسی مفہوم کو حافظ ہی نے اپنی غزل کے دوسرے شعر میں یوں ادا کیا ہے۔

ز عشقِ بے کمالِ ما جمالِ یار مستغنی ست
بہ آب و رنگ خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را

اور حافظ تو خیر حافظ ہی ہیں، ہماری زبان کے شعراء بھی مختلف وادیوں میں بھٹکتے ہوئے کبھی کبھی الٰہیات کی وادی میں بھی نکل آتے ہیں۔ مرزا داغ مرحوم کا یہ شعر کہ۔

حاشیہ متعلق بہ صفحہ (۲۸۲) مفت تو نہیں ملتا لیکن اسی قدر ارزاں ہے کہ آمدنی کے ہر پیمانے پر بآسانی یہ ضرورت بھی ہر شخص کی پوری ہو رہی ہے۔ ضرورتوں میں تیسرا درجہ غذا کا ہے، خواہ کسی رنگ اور شکل میں ہو، پلاؤ قورمہ ہو یا نانِ جویں، واقعہ یہ ہے کہ اپنی اپنی آمدنی کے پیمانے کے لحاظ سے اپنی خوراک کو لوگ فراہم ہی کر لیتے ہیں ان ضرورتوں کے بعد لباس و مکان کا مسئلہ ہے، سچ پوچھئے تو ہر شخص کی ذاتی ضرورتیں اسی نقطہ پر ختم ہو جاتی ہیں۔ جب آمدنی کے چھوٹے سے چھوٹے پیمانہ پر کسی نہ کسی شکل میں یہ ضرورتیں پوری ہو جاتی ہیں تو پھر ساری انسانی سرگرمیوں کی توجیہ حاجت وضرورت سے خود ہی سوچنا چاہیئے کہ کہاں تک درست ہو سکتی ہے بلکہ واقعہ یہی ہے کہ کمالات جنھیں لے کر آدمی پیدا ہوتے ہیں یا حالات و واقعات جن کمالات کو پیدا کرتے رہتے ہیں زیادہ تر یہ ان ہی کے ظہور و نمود کی یہ شکلیں ہیں۔ شعری رجحانات والے اپنی شاعری سے خطابت کی صلاحیت رکھنے والے اپنی خطابت سے ہندسی مناسبتوں کے رکھنے والے ریاضی و انجینری سے اور اسی قبیل کی قسم کے فطری ملکات کے ظہور کی یہ ہنگامہ آرائیاں ہیں یا ورزش کر کے جو اپنے بازوؤں میں غیر معمولی طاقتوں کو ابھارتے ہیں یا مال وجاہ کی راہ سے جن کے اختیار واقتدار کے دائروں میں وسعت پیدا ہوتی ہے ان ہی کمالات کی یہ نیا نمائش گاہ ہے۔ بہترین سواریوں، اونچی عمارتوں، طمطراق کے دوسرے ساز وسامانوں کی تہ میں اگر غور کیجئے گا تو کبھی نظر آئے گا کہ اپنے اپنے اختیار واقتدار کے دائروں کی وسعت وکشادگی کو ان ہی ذرائع سے لوگ نمایاں کر رہے ہیں ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منہ سے بولے تو کہنا آئینہ
کھیل کھیلے تو خود آرائی کا

اس میں "کھیل کھیلے" کے نامناسب لفظ کو بدل کر دوسرے مصرعہ کو اگر یوں پڑھا جائے کہ

تھا تقاضا یہ خود آرائی کا

تو یہ واقعہ ہے کہ "کمالات" کے اس نظریہ کی یہ بھی ایک دل آویز و دل نشین تعبیر ہو سکتی ہے۔

تفسیر مظہری (عربی)

علماء، طلباء اور عربی مدرسوں کے لیے شاندار تحفہ!

مختلف خصوصیتوں کے لحاظ سے تفسیر مظہری تفسیر کی تمام کتابوں میں بہترین سمجھی گئی ہے۔ بلکہ بعض حیثیتوں سے اپنی مثال نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس عظیم الشان تفسیر کے بعد کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی۔ امام وقت قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالاتِ علمی کا یہ عجیب و غریب نمونہ ہے۔

اس بے مثال کتاب کا پورے ملک میں ایک نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔ شکر ہے کہ برسوں کی جد و جہد کے بعد آج ہم اس لائق ہیں کہ اس متبرک کتاب کے شائع ہونے کا اعلان کر سکیں۔ تقریباً تمام جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ صرف آخری جلد جس میں دو پاروں کی تفسیر ہے۔ زیر طبع ہے۔

ہدیہ غیر مجلد:۔ جلد اول سات روپیے۔ جلد ۲ ثانی سات روپیے جلد ۳ ثالث آٹھ روپیے
جلد ۴ رابع پانچ روپیے۔ جلد خامس سات روپیے جلد ۶ سادس آٹھ روپیے
جلد ۷ سابع آٹھ روپیے جلد ۸ ثامن آٹھ روپیے جلد ۹ تاسع پانچ روپیے
جلد ۱۰ عاشر زیر طبع ھد یہ کل ۹ جلد تریسٹھ روپیے۔ رعایتی ساٹھ روپیے

مینیجر مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد۔ دہلی

© rasailojaraid.com